محمد امین ایم۔اے

شاہ ولی اللہؒ کے معاشی افکار

شاہ صاحب چونکہ بنیادی طور پر عالم دین ہیں اور ان کا تصور دین قرآنی نقطۂ نظر کے مطابق بڑا وسیع، بھرپور اور ہمہ گیر ہے جس میں انسانی زندگی کی ساری فروعات شامل ہیں۔ اور ان سب پر شاہ صاحبؒ نے طویل بحثیں کی ہیں۔ لیکن ان فروعات پر بحث کرتے ہوئے اسلامی نظام فکر کی راہِ اعتدال ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔ چنانچہ دولت اور فارغ البالی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اُس مقام پر دو متعارض قیاس کام کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ نظام معیشت میں دولت اور ثروت ایک محمود شئے ہے اس لیے کہ اگر وہ صحیح اُصول پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسان کا دماغ اعتدال پر رہتا ہے اور اس سے اس کے کریمانہ اخلاق صحیح اور دُرست رہتے ہیں۔ نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ دُوسرے حیوانات سے ممتاز ہو اس لیے کہ بیکسانہ اور مجبورانہ افلاس شوء تدبیر اور مزاج کے اختلال کا باعث ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ دولت و ثروت ایک بدترین چیز

جب کہ وہ باہمی مناقشات اور بغض و حسد کا سبب بنتی ہے اور خود اہل ثروت کے اطمینان قلب کو حریصانہ کد و کاوش کے زہر سے مسموم کرتی ہے اور قوموں کو استحصال بالجبر اور دوسروں پر معاشی دستبرد کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ آخرت یعنی یاد الٰہی اور روحانی زندگی سے یکسر غافل و بے پروا بنا دیتی ہے اور مظلوموں پر نت نئے مظالم کا دروازہ کھول دیتی ہے لہٰذا پسندیدہ راہ یہ ہے کہ دولت و ثروت نظام معیشت میں ایسا درجہ رکھتی ہو جو توسط اور اعتدال پر قائم اور افراط و تفریط سے پاک رہے۔ یہ صحیح معاشی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔"

معاشی بگاڑ کا تعلق اخلاقیات سے

شاہ صاحب کے نزدیک انسان کی اخلاقی زندگی کا دار و مدار اس کی اقتصادی زندگی کے حسن انتظام پر موقوف ہے۔ چنانچہ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت بالکل برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے اور وہ گدھے اور بیل کی طرح صرف روٹی کے لیے کام کریں۔"

اسی طرح وہ نہ صرف انسانوں کی بدنی صحت و تندرستی کے لیے بلکہ ان کی اخلاقی اور مذہبی اصلاح کے لیے بھی معاشی فارغ البالی کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ "بدن کو مناسب غذا نہیں ملتی اور انسان ہر وقت احتیاج اور تنگی کا نشانہ بنا رہتا ہے تو اس کا اثر لازماً اس کے نفس پر پڑتا ہے، چنانچہ اس کی اخلاقی ترقی رک جاتی ہے اور وہ ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے۔"

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ "پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کو اپنی اخروی سعادت و فلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لیے بھی مہلت نہیں ملتی اور انسان کولہو کے بیل کی طرح صرف اسی کام میں جتا رہ جاتا ہے۔"

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کسبِ معاش کے بہتر طریقوں کا فقدان ہوجاتا ہے تو انسان کا ایک گروہ چاپلوسی، مصاحبت، چرب زبانی اور دربار داری کو ذریعہ معاش بنا لیتا ہے جس سے ان کے افکار عالیہ ختم ہوجاتے ہیں اور ذہنی نشو و نما کی تمام خوبیاں مٹ جاتی ہیں، اخلاق کے پیمانہ کو گھن لگ جاتا ہے اور انسان پستی و ذلت پر قانع ہوجاتا ہے۔

معاشی ترجیحات کا اصول

شاہ صاحبؒ کے نزدیک معاشی بگاڑ کی ایک مکروہ صورت وہ ہوتی ہے جب کسی ملک کا مال دار طبقہ عیش و عشرت میں مبتلا ہوجاتا ہے جب کہ ملک کی کثیر آبادی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم ہوجاتی ہے، شاہ صاحبؒ نے رومی اور ایرانی تمدن کے زوال کے اسباب کی تحقیق کرتے ہوئے اس سبب کو بنیادی اہمیت دی ہے اور بتایا ہے کہ جن مضمون پر نظامِ عالم کی بنیاد قائم ہے وہ یک قلم متروک ہوجاتی ہے اور امرا و رؤسا کی خواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بڑا حرفہ شمار ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب حجۃ اللہ میں اس کا حل یہ بتاتے ہیں کہ معاشی لحاظ سے معاشرے میں ترجیحات کا اصول قائم کیا جائے اور معاشرے کی درجہ بندی کی جائے۔ پہلے درجے میں وہ لباس، غذا، مکان، زبان اور اخلاقی ضروریات پر زور دیتے ہیں اور دوسرے درجے میں فن آدابِ معاش، فن تدبیرِ منزل اور فن اقتصادیات (باہمی ضروریات کے لیے پیشوں کے تنوع اور تخصص وغیرہ) پر بحث کرتے ہیں اور اس سے انھیں یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ جب تک ایک معاشرہ ارتقاء کے پہلے درجہ پر ہے تو اس معاشرے کے افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی توجہ کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کے حصول تک محدود رکھیں تاآنکہ اس کی ساری ضروریات پوری ہوجائیں اور معاشرہ فطری طور ارتقاء کے دوسرے مرحلے میں داخل ہوجائے اور زندگی کی ضرورتوں سے حظ اٹھایا جائے اور اگر معاشرہ ابھی ارتقاء کی پہلی ہی منزل میں ہو اور افراد کی ساری ابتدائی ضروریات پوری نہ ہوئی ہوں [illegible] حالت میں پیدائش دولت کے ذرائع کو اشیاء تعیش کے تیار کرنے میں لگا دیا جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوجائے گا اور نہ صرف یہ کہ ملک کی اقتصادی حالت

بگڑتی جائے گی بلکہ یہ خرابی سارے نظام تمدن، سماج اور اخلاق کو بگاڑ کر رکھ دے گی اور اس کا لازمی نتیجہ انقلاب ہوگا۔ چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں،

"دس ہزار آدمیوں کی ایک بستی ہے اگر اس کا اکثر حصہ نئی چیزیں پیدا کرنے میں مصروف نہیں رہتا تو وہ ہلاک ہوجائے گا۔ ایسے میں اگر ان کا بڑا حصہ تعیش میں مبتلا ہوگیا تو قوم کے لیے بار بن جائے گا، جس کا ضرر بتدریج ساری آبادی میں پھیل جائے گا اور ان کی حالت ایسی ہوجائے گی جیسے انھیں دیوانے کتے نے کاٹ کھایا ہو۔"

جزو کل

شاہ صاحبؒ اقتصادی زندگی کی اصلاح کے لیے پروگرام کو انسان کی اجتماعی زندگی کا ایک جزو مانتے ہیں۔ چنانچہ اب اگر انسانی زندگی کو شاہ صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق اس کی اقتصادی ضروریات سے لے کر اس کی اعلیٰ اور ترقی یافتہ شکل تک ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں سمجھی جائیں تو اس انسانی زندگی کے لیے جو بھی فلسفہ بنے گا وہ مکمل ہوگا اور وہ تمام زندگی کو بحیثیت مجموعی ایک اکائی سمجھ کر اس کے لیے نظام مرتب کرے گا۔

شاہ صاحبؒ کی رائے میں نبوت کا مقصد انسان کی پوری زندگی کی اصلاح اور تہذیب ہے اور نبوت "حَسَنَۃً فِی الدِّین" اور "حَسَنَۃً فی الآخرۃ" دونوں پر حاوی ہے اور دونوں کی نگران ہے۔

اسی طرح جو نظام حیات انسان کی اجتماعی زندگی کے لیے ایک متوازی نظام حیات نہیں دیتا شاہ صاحبؒ اسے مسترد کر دیتے ہیں، ان کے نزدیک انسان اسی وقت اپنی اعلیٰ تر استعدادی اور دوسرے بلند لطائف کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ جب اس کے پاس روٹی کپڑے کے دھندوں سے کچھ وقت بچے اور انسان اپنی حیوانی زندگی کی ضروریات سے مطمئن ہوں۔

چنانچہ شاہ صاحبؒ کے نزدیک [illegible]

کی اقتصادی ضرورتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس طرح شاہ صاحبؒ اقتصادیات کی راہوں میں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ اپناتے ہیں کہ نہ تو اسے بت بنا کر پوجا جائے کہ زندگی کے دوسرے مقاصد عالیہ کو نقصان پہنچے۔ اور نہ ہی اسے اس طرح نظر انداز کر دیا جائے کہ معاشرے میں فساد کا سبب بنے۔

ملکیت کی نوعیت

شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے جب زمین پر اپنی مخلوق پیدا کی تو ان کی معاش اور روزی بھی زمین پر مقرر فرمائی اور زمین کی اشیاء سے انتفاع ان کے لیے مباح اور جائز گردانا اور چونکہ حرص و آز کی وجہ سے ان کے نزاعات و جھگڑے ہونے لگے تو حکم الٰہی یہ قرار پایا کہ کوئی انسان دوسرے انسان کی مخصوص و مختص چیز میں کسی قسم کی مزاحمت اور مداخلت نہ کرے اور یہ اس کی مخصوص و مختص چیز اس طرح ہو گی کہ اس چیز پر سب سے پہلے اس کا قبضہ ہوا ہے یا اس کے کسی مورث کا قبضہ تھا یا کسی ایسے طریقے سے اس چیز پر اس کا قبضہ ہے جو ان لوگوں میں عمومی طور پر قبضہ اور ملکیت کے لیے معتبر مانا جاتا ہے۔ اس قسم کے قبضہ اور ملکیت میں سوائے تبادلہ کے اور سوچ سمجھ کر بلا کسی فریب و دھوکہ اور قابل اعتماد باہمی رضامندی کے کسی قسم کی مزاحمت کرنا حرام اور ناجائز ہے۔"

معاشی دائرہ میں حکومت کے فرائض

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بادشاہ (یعنی حکومت) کا فرض ہے کہ وہ عوام کی بہبود اور معاشی فارغ البالی کے لیے مختلف اقدامات کرے، ناجائز ذرائع آمدنی پر پابندی لگائے اور جوا، سود، رشوت، منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی کو مٹائے اور عوام کی خوش حالی کے لیے منصوبہ بندی کرے۔ مثلاً ایسا نہ ہو کہ اکثر لوگ زراعت چھوڑ کر صنعتوں میں چلے جائیں اور زرعی شعبہ نظر انداز کر دیا جائے یا اہل صنعت غیر ضروری اشیاء بنانے میں

لگ جائیں اور ملک بُحران کا شکار ہوجائے۔ اس کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے اکسایا جائے اور صنعت و حرفت میں انھی چیزوں کو بنانے کی اجازت دی جائے جو معاشرہ کے لیے ضروری ہوں اور اس کی بُنیادی ضروریات کو پورا کرتی ہوں۔

ٹیکسوں کا غلط استعمال

اس بارے میں شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ

"آج کل جو شہر برباد ہورہے ہیں اس کے دو بڑے سبب ہیں:۔ ناحق مال بٹورنا اور گراں بار ٹیکس۔ پہلی صورت میں لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہوجاتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں ہمیں پنشن ملنی چاہیے، ہم زمرۂ علماء سے تعلق رکھتے ہیں ہمیں کوئی جاگیر ملنی چاہیے یا وہ لوگ زاہد اور شاعر کی حیثیت سے آتے ہیں جن کو صلہ دینا بادشاہوں کی عادت میں داخل ہے۔ اسی قسم کے اور بہانے بناتے ہیں اور بیت المال سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بیت المال سے مشاہرہ تو حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے عوض میں کوئی کام نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ اس قسم کے نوکروں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ ایک دوسرے کے لیے تنگی کا باعث ہوجاتے ہیں اور شہر پر بار بن جاتے ہیں"

بھاری ٹیکسوں کی مذمت

شاہ صاحبؒ نے نہ صرف یہ کہ ٹیکسوں سے حاصل شدہ سرمائے کے غلط استعمال کی مذمت کی ہے بلکہ وہ غریب عوام پر بھاری ٹیکسوں کی بھرمار کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری ٹیکس لگاتے ہیں اور ان کی وصولی کے لیے

انھیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ ٹیکس ادا کر دیتے ہیں ان کا استیصال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور بغاوت اختیار کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ شہر قلیل ٹیکس اور ضرورت کے مطابق محافظین کا مقرر کرنے سے ہی اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ اس سے تنبیہ حاصل کریں۔"

انقلاب ناگزیر ہے

شاہ صاحبؒ کے نزدیک جب کوئی معاشرہ اس طرح کے شدید عدم توازن کا شکار ہو جائے، بے انصافی کا دور دورہ ہو جائے، غریب اور امیر کے درمیان فاصلہ بڑھتا جائے تو وہ اُسے انقلاب کا پیش خیمہ بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب کبھی انسانیت پر ایسی مصیبت آتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لیے کوئی سبیل نکالتے ہیں۔ اسی قسم کی حالت تھی جب قرآن نے دُنیا کو انقلاب کی دعوت دی۔ یہ انقلاب ایک ہمہ گیر اور اصولی انقلاب تھا۔ زندگی کی ساری جہات پر محیط تھا۔ اور اس انقلاب نے سارے معاشی فسادوں کو مٹا کر رکھ دیا۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے حالات میں انقلاب ہمیشہ آتا ہے۔ ان حالات سے پریشان ہو کر ایک گروہ ایسا اٹھتا ہے جو معاشرہ کو اس بدنظمی سے پاک کرنا چاہتا ہے اور جو یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں معاشی توازن کی عمل داری قائم ہو جائے۔ اس معاشی اصلاح کی حکمت عملی شاہ صاحب یہ بتاتے ہیں کہ یہ گروہ کوشش کرتا ہے کہ معاشرہ کے تمام افراد پیدائش دولت کے فرائض انجام دیں اور اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ سب سے پہلے صرف وہ چیزیں پیدا کی جائیں جن سے تمام افراد معاشرہ اپنی ابتدائی ضروریات کو پورا کر لیں۔ اس کے بعد اس امر کی اجازت دی جاتی ہے کہ لوگ، ایسے کام کریں جو انسانیت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لیے ضروری ہیں۔ مُصلحین کی یہ جماعت کامل معاشرہ کے تصور، اس کے مقاصد اور اس کا تاریخی ارتقاء اپنے سامنے رکھتی ہے اور ان سب کی

روشنی میں ایک صالح معاشرہ پیدا کرتی ہے۔ اس معاشرہ میں افراد کی معاشی زندگی باہمی تعاون اور اشتراک پر مبنی ہوتی ہے۔ ہر فرد پر یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ معاشی زندگی میں اشتراک اور تعاون سے کام لے کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ معاشی اُمور سے کنارہ اختیار کرے۔ اس معاشرے میں اس بات کی اجازت ضرور ہوتی ہے کہ ہر فرد ذرائعِ دولت کے بعض حصوں کو اپنے قبضے میں لے کر پیدائش دولت کا کام انجام دے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایسا کرنے سے وہ کسی دوسرے فرد کے لیے معاشی ذرائع کی تنگی کا باعث نہ بن جائے۔ اگر کوئی شخص ذرائع دولت کو اس طرح قبضہ میں لے کہ اس کی وجہ سے معاشرے کے بعض افراد اپنے فطری تقاضے پورے نہ کرسکے تو معاشرے کے مصلحین اس صورتِ حال کو بدل دیتے ہیں، گویا شاہ صاحبؒ کے معاشرے کی معاشی اصلاح کی حکمت عملی کی بنیاد معاشرہ کی ہمہ گیر اصلاح کے لیے وہ بنیادی طریق کار ہے جس کا خاکہ قرآن کی دعوتِ انقلاب نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور جس کا مقصد ساری انسانی زندگی کو عدل و انصاف کے نُور سے بھر دینا ہے۔